QUARTERLY, PEER REVIEWED
al-amir
ISSN(P): 2790-931X ISSN(E): 2790-9328
E-Mail: editor.alamir@gmail.com

جہاد کے منتخب احکامِ فقہیہ کی عصری اہمیت و معنویت: تفسیر احکام القرآن للجصاص کے تناظر میں

The Contemporary Significance and Relevance of Selected Jurisprudential Rulings on Jihad: In the Context of Aḥkām al-Qurʾān by al-Jaṣṣāṣ

Muhammad Ahmad
Lecturer in Islamic Studies, Dar-ul-Madina International University, Islamabad. Email: drmeerahmadmalik@gmail.com
Dr. Fazail Asrar Ahmed
Assistant Professor, Faculty of Law, Grand Asian University Sialkot. Email: fazailkh11@gmail.com
Dr. Muhammad Anas Raza
Associate Professor of Islamic Studies, Dar-ul-Madina International University, Islamabad. Email: dranasrazaisl@gmail.com

This research investigates the modern applicability of specific legal rulings (Fiqh) concerning Jihad, a central and often misunderstood principle in Islamic law. The study is necessitated by the urgent need to bridge classical jurisprudential scholarship with contemporary geopolitical realities and ethical dilemmas. Utilizing Imam Abu Bakr al-Jassas's (d. 370 AH) influential exegesis, Tafsir Ahkam al-Qur'an, as its methodological framework, the paper interprets foundational Hanafi doctrines on Jihad to address present-day challenges. The analysis focuses on several core themes from Al-Jassas's commentary, including the phased and primarily defensive prescription of armed struggle, which counters narratives of inherent aggression. It also examines the mandate for strategic readiness (isti'dad), the imperative of military discipline under legitimate command, and the humanitarian exemptions granted to non-combatants and the vulnerable. The paper argues that these classical principles correspond directly to modern concepts. For instance, strategic readiness finds parallels in contemporary military deterrence theory and intelligence gathering, while the insistence on state authority provides a legal basis for challenging the legitimacy of non-state militant actors. A significant finding is how Islamic law's compassionate exemptions for the vulnerable foreshadow principles enshrined in modern international humanitarian law. In conclusion, this study posits that a historically informed and nuanced reading of Jihad through the work of Imam al-Jassas offers a sophisticated ethical-legal framework capable of addressing the intricate challenges of modern warfare, international law, and human rights.

Keywords: Jihad, Hanafi Fiqh,Imam al-Jassas,Ahkam al-Qur'an,Islamic Military Ethics.

تمہید:

فقہ اسلامی میں "جہاد" کا تصور ایک بنیادی ستون کی حیثیت رکھتا ہے، تاہم عصرِ حاضر میں یہ اصطلاح بعض غلط فہمیوں اور چند انتہا پسندانہ تشریحات کا شکار ہو کر اپنے حقیقی مفہوم سے دور ہو گئی ہے۔ موجودہ عالمی منظرنامے میں، جہاں عسکری تنازعات، غیر ریاستی عناصر کی جنگی کارروائیوں اور اسلاموفوبیا پر مبنی بیانیوں نے اس کے تصور کو مسخ کر دیا ہے، اس موضوع کی از سرِ نو علمی تحقیق کی ضرورت و اہمیت پہلے سے کہیں زیادہ بڑھ گئی ہے۔ اسی فکری خلا کو پر کرنے اور ایک متوازن علمی نقطہ نظر فراہم کرنے کے لیے یہ تحقیقی مقالہ ترتیب دیا گیا ہے۔ اس تحقیق کے لیے امام ابو بکر الجصاص (م 370ھ) کی شہرہ آفاق تصنیف "تفسیر احکام القرآن" کا انتخاب اس بنا پر کیا گیا ہے کہ یہ قرآن کی قانونی آیات کی تشریح میں ایک بنیادی ماخذ ہے اور فقہ حنفی کے ان اصولوں کو واضح کرتی ہے جو ریاستی نظم و ضبط، اخلاقی حدود اور اجتماعی ذمہ داری پر زور دیتے ہیں، جو آج کے دور میں سب سے زیادہ زیرِ بحث ہیں۔ اس مقالے کے بنیادی مقاصد میں جہاد کی تشریع میں تدریج کے اصول، عسکری تیاری (استعداد) کی جامعیت، جنگی نظم و ضبط کی پابندی، اور معذور افراد کے لیے شرعی استثناء جیسے کلیدی فقہی احکام کا امام ابو بکر جصاص رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر کی روشنی میں تجزیہ کرنا شامل ہے۔ تحقیق کا ہدف یہ واضح کرنا ہے کہ یہ کلاسیکی اصول جدید دور کے عسکری نظریات، بین الاقوامی انسانی حقوق کے قوانین، اور ریاستی خود مختاری کے تصورات سے نہ صرف ہم آہنگ ہیں بلکہ ان کے لیے ایک مضبوط اخلاقی بنیاد بھی فراہم کرتے ہیں۔ اس علمی کاوش کا حتمی مقصد جہاد کے متوازن، منضبط، اور انسان دوست پہلو کو اجاگر کرنا ہے تاکہ اس کے حقیقی مقاصد اور عصری معنویت کو علمی دنیا کے سامنے پیش کیا جا سکے، اور یہ ثابت کیا جا سکے کہ اسلامی فقہ میں جنگ و امن سے متعلق ایک انتہائی ترقی یافتہ اور قابلِ عمل نظام موجود ہے۔

- **امام ابو بکر جصاص رحمۃ اللہ علیہ کا تعارف:**

امام ابو بکر احمد بن علی الرازی الجصاص رحمۃ اللہ علیہ (م 370ھ) اسلامی علوم خصوصاً فقہ و تفسیر میں ایک نمایاں مقام رکھتے ہیں۔ ان کی سب سے معروف تصنیف تفسیر احکام القرآن ہے، جو فقہ حنفی کے اصولوں کی روشنی میں قرآنی احکام کی تفسیری وضاحت پیش کرتی ہے۔ ان کی ولادت 305 ہجری میں ہوئی اور انہوں نے بغداد میں جید اساتذہ سے علم حاصل کیا، بالخصوص امام ابو الحسن الکرخی سے فقہ میں مہارت حاصل کی۔[1] وہ ایک متبحر عالم، گہرے استدلالی ذہن کے حامل اور اصولِ استنباط کے ماہر تھے۔ ان کی علمی کاوشوں نے اسلامی قانون کی تفہیم میں بنیادی کردار ادا کیا۔ انہوں نے شرعی احکام کی تشریح میں عقلی و نقلی دلائل کو یکجا کیا اور اختلافی مسائل میں تطبیق دینے کو ترجیح دی۔ ان کی دیگر مشہور تصانیف میں الفصول في الأصول اور شرح الجامع الکبیر شامل ہیں۔ ان کی شخصیت زہد و تقویٰ میں بھی نمایاں تھی، چنانچہ انہوں نے جج کے منصب کو کئی بار قبول کرنے سے انکار کیا۔ 370 ہجری میں ان کا انتقال ہوا[2]، لیکن ان کی علمی میراث آج بھی فقہِ اسلامی و تفسیر کے میدان میں بنیادی حیثیت رکھتی ہے، اور ان کی کتابیں اسلامی قانونی مباحث کے لیے ایک مستند حوالہ سمجھی جاتی ہیں۔

- **تفسیر احکام القرآن للجصاص کا تعارف:**

قرآن کریم کی تفسیر اسلامی علمی روایت میں ایک اہم حیثیت رکھتی ہے، اور مختلف مفسرین نے اپنے فقہی مکاتبِ فکر کی روشنی میں آیاتِ احکام کی توضیح کی ہے۔ ان ہی تفسیری کاوشوں میں امام ابو بکر الجصاص رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر أحکام القرآن نمایاں حیثیت رکھتی ہے، جو بنیادی طور پر فقہی احکام کے استنباط کے لیے لکھی گئی ہے۔[3] اس تفسیر میں اسلامی قانون، فقہ اور اجتہادی مسائل سے

متعلق آیات پر خصوصی توجہ دی گئی ہے، اور اس کے اثرات بعد کے فقہی مباحث میں بھی نمایاں نظر آتے ہیں۔ یہ تفسیر آیاتِ احکام کے استدلالی و اجتہادی پہلوؤں کو اجاگر کرتی ہے اور بالخصوص فقہ حنفی کے اصولوں کو مضبوطی سے پیش کرتی ہے۔[4] امام جصاص رحمۃ اللہ علیہ نے اس میں شرعی اصطلاحات کی وضاحت، فقہی استدلال، اصولی مباحث، اور اختلافی مسائل میں تطبیق کا اسلوب اختیار کیا ہے، جو ان کی فقہی بصیرت اور استدلالی مہارت کی عکاسی کرتا ہے۔ ان کی تفسیر کا ایک نمایاں پہلو یہ ہے کہ وہ مختلف آراء کو یکجا کرتے ہیں اور ممکنہ حد تک ان میں تطبیق پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں، تاکہ ترجیح کی ضرورت کم پیش آئے۔[5] اس تفسیر کی ایک اور خصوصیت اس کا منطقی اسلوب ہے، جہاں امام جصاص رحمۃ اللہ علیہ نے قرآن، حدیث، آثارِ سلف، فقہی اقوال اور لغوی اصولوں کو یکجا کیا ہے۔ ان کے تفسیری منابع میں فقہ حنفی، دیگر فقہی مسالک کی تفاسیر، اور لغوی وبلاغی مصادر شامل ہیں، جن کی مدد سے وہ قرآنی احکام کی گہرائی میں جا کر ان کی تشریح و توضیح کرتے ہیں۔ اس تفسیر میں شریعت کے عدل، انسانی اقدار اور اسلامی تہذیب کے اصولوں کو بھی نمایاں طور پر اجاگر کیا گیا ہے، جو اسے صرف فقہی تفسیر ہی نہیں بلکہ ایک جامع علمی کاوش بنا دیتا ہے۔[6] امام جصاص رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر فقہاء، مفسرین اور محققین کے لیے آج بھی ایک علمی مرجع کی حیثیت رکھتی ہے، جو اسلامی قانون اور فقہ کی تفہیم میں کلیدی کردار ادا کرتی ہے۔

- **مشروعیتِ جہاد کی اہمیت اور عصری تطبیق:**

جہاد اسلامی عدل و انصاف کے نظام کا ایک اہم اور بنیادی اصول ہے جو حق کی بلندی خود مختاری اور ظلم کے خاتمے کے لیے روا رکھا گیا ہے۔ امام ابو بکر جصاص رحمہ اللہ کی تفسیر کے مطابق جہاد کو اسلام کے ابتدائی دور میں ممنوع قرار دیا گیا اور پھر تدریجاً اس کی اجازت مرحمت کی گئی جس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ جہاد کا حکم کسی بھی ناجائز جارحیت یا بے مقصد جنگ کے لیے نہیں بلکہ عدل و انصاف کے اصول کے تحت مخصوص شرائط کے ساتھ مشروع کیا جاتا ہے چنانچہ اولاً فرضیتِ جہاد سے قبل احکامات بیان کرتے ہوئے امام ابو بکر جصاص حنفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

> "لَمْ تَخْتَلِفْ الْأُمَّةُ أَنَّ الْقِتَالَ كَانَ مَحْظُورًا قَبْلَ الْهِجْرَةِ بِقَوْلِهِ﴿ادْفَعْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ فَإِذَا الَّذِي بَيْنَكَ وَبَيْنَهُ عَداوَةٌ كَأَنَّهُ وَلِيٌّ حَمِيمٌ وَما يُلَقَّاها إِلَّا الَّذِينَ صَبَرُوا وَما يُلَقَّاها إِلَّا ذُو حَظٍّ عَظِيمٍ﴾وقوله﴿فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاصْفَحْ﴾وقوله﴿وَجادِلْهُمْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ﴾"۔[7]
>
> "امتِ مسلمہ کا اس امر میں کوئی اختلاف نہیں کہ ہجرت سے قبل جہاد (بالسیف) ممنوع تھا اللہ پاک کے ان فرامین کی وجہ سے: "اور نیکی اور بدی برابر نہ ہو جائیں گی اے سُننے والے برائی کو بھلائی سے ٹال جبھی وہ کہ تجھ میں اور اس میں دشمنی تھی ایسا ہو جائے گا جیسا کہ گہرا دوست" اور اللہ پاک کا فرمان: "تو انہیں معاف کر دو اور ان سے در گزر کرو" اور اللہ پاک کا فرمان: "اور ان سے اس طریقہ پر بحث کرو جو سب سے بہتر ہو"۔

امام ابو بکر جصاص رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر کے بعد اس مسئلہ کی فقہی اہمیت اور عصری تطبیق درج ذیل ہے:

مشروعیتِ جہاد بالتدریج کی فقہی اہمیت:

فقہِ اسلامی میں احکام جہاد بالتدریج نازل ہوئے جس سے یہ مستنبط ہوتا ہے کہ اسلام نے ہمیشہ جنگ کے بجائے پر امن انداز میں اسلام کی تبلیغ کو فوقیت دی ہے امام ابو بکر جصاص رحمہ اللہ نے اس نقطہ کو واضح کیا ہے کہ ہجرت سے پہلے مسلمانوں کو جہاد

بالسیف کی اجازت نہیں تھی بلکہ عفو، صبر اور اچھے اخلاق کے ساتھ اسلام کی دعوت کی تبلیغ کا حکم تھا۔ یہ مسئلہ فقہ اسلامی میں ایک اہم بنیاد فراہم کرتا ہے کہ جہاد کا مقصد صرف ظلم وبربریت کے خلاف دفاعی اقدام ہے نہ کہ فتوحات کے لیے کوئی ظالمانہ پالیسی۔ مدینہ منورہ میں آنے کے بعد جہاد کی مشروعیت بھی ایک محدود انداز میں تھی جس کا بیان کرتے ہوئے اس آیت کے تحت امام جصاص رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"فَقَالَ الرَّبِيعُ بْنُ أَنَسٍ هِيَ أَوَّلُ آيَةٍ نَزَلَتْ فِي الْقِتَالِ بِالْمَدِينَةِ وَكَانَ النَّبِيُّ ﷺ بَعْدَ ذَلِكَ يُقَاتِلُ مَنْ قَاتَلَهُ مِنْ الْمُشْرِكِينَ وَيَكُفُّ عَمَّنْ كَفَّ عَنْهُ إِلَى أَنْ أُمِرَ بِقِتَالِ الْجَمِيعِ"۔[8]

ربیع بن انس رحمہ اللہ نے فرمایا: "یہ پہلی آیت ہے جو مدینہ میں قتال کے بارے میں نازل ہوئی۔
اس کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان مشرکین سے جنگ کرتے رہے جو ان سے جنگ کرتے،
اور جو ان سے باز رہتے، ان سے درگزر فرماتے، یہاں تک کہ سب کے خلاف قتال کا حکم دیا گیا"۔

امام ابو بکر جصاص رحمہ اللہ کے بیان سے یہ واضح ہوتا ہے کہ جہاد کی مشروعیت تدریجاً تھی۔ مدینہ میں اولاً دفاعی جہاد کا حکم تھا، یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صرف ان مشرکین کے خلاف قتال کرتے جو خود جنگ میں پہل کرتے تھے، جبکہ غیر متحرک کفار کے خلاف درگزر کا رویہ اپنانے کا حکم تھا۔ پھر جب اسلامی ریاست مضبوط ہوئی اور بین الاقوامی تعلقات، معاہدے، اور امن و انصاف کے قیام کے تقاضے بدلے، تو بعض اقدامی جہاد بھی مشروع ہوئے۔

اس فقہی مسئلے کی سب سے بڑی اہمیت یہ ہے کہ یہ جنگ اور امن کے درمیان اسلام کی معتدلانہ رویے کی عکاسی کرتا ہے۔ فقہائے احناف کے ہاں بھی یہی اصول مقرر شدہ ہے کہ جہاد صرف دفاعی اور ناگزیر حالات میں ہی مشروع ہے اور جارحیت کو ہمیشہ فقہ اسلامی میں ناپسند کیا گیا ہے۔ بالسیف جہاد کی اعلیٰ وارفع قسم ہے لیکن فقہ اسلامی میں اس کا مطلب اندھا دھند جنگ و جدال ہرگز نہیں، بلکہ یہ بلند مقاصد کی خاطر ایک بااصول جنگ کا نام ہے جو معین اُصولوں اور پابندیوں کے ساتھ لڑی جاتی ہے اور "Every thing is fair in war" کے فلسفے کی نفی کرتی ہے۔ اس سے متعلق دائرہ معارف اسلامیہ میں ہے:

"قتال جہاد میں شامل ہے اور اس کی آخری اور انتہائی صورت ہے جو دعوت والی قوموں کے لیے
ناگزیر ہوتی ہے۔ اسلام چونکہ رہبانیت پر اعتقاد نہیں سکھاتا اور زندگی کے حقائق کو نظر انداز نہیں
کرتا اس لیے مال کی مجبوری سے غفلت نہیں برتا"۔[9]

دائرہ معارف اسلامیہ کا یہ بیانیہ جہاد کے اصولی و عملی دائرہ کار کو واضح کرتا ہے۔ قتال، جہاد کی آخری اور ناگزیر شکل ہے، جو اس وقت اختیار کی جاتی ہے جب دیگر تمام پرامن ذرائع ناکام ہو جائیں۔

- **جہاد کی تیاری کی فقہی اہمیت اور عصری اطلاقات:**

جہاد صرف میدانِ جنگ میں مدمقابل سے قتال کا نام نہیں بلکہ اس عظیم امر کے لیے منظم حکمتِ عملی، عسکری تیاری، اور جنگی تدابیر کا اختیار کرنا بھی شریعتِ اسلامیہ کا ایک اہم تقاضا ہے۔ اللہ جل وعلا نے مسلمانوں کو اپنی حفاظت، دفاعی تیاری، اور جنگی منصوبہ بندی کا حکم دیا ہے تاکہ وہ کسی بھی ممکنہ خطرے کے لیے تیار رہیں۔ امام ابو بکر الجصاص رحمۃ اللہ علیہ کی مندرجہ ذیل تفسیر کے مطابق بھی جہاد محض ایک جذباتی ردِ عمل نہیں بلکہ ایک متوازن، منظم، اور خاص حکمت پر مبنی عمل ہے جس میں دفاعی اور عسکری اقدامات کے مختلف طریقے اختیار کیے جاسکتے ہیں۔ امام جصاص رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"قِيلَ الثُّبَاتُ الْجَمَاعَاتُ وَاحِدُهَا ثُبَةٌ وَقِيلَ الثُّبَةُ عُصْبَةٌ مُنْفَرِدَةٌ مِنْ عُصَبٍ فَأَمَرَهُمْ اللَّهُ بِأَنْ ينفروا فرقة بعد فِرْقَةٌ فِي جِهَةٍ وَفِرْقَةٌ فِي جِهَةٍ أَوْ يَنْفِرُوا جَمِيعًا مِنْ غَيْرِ تَفَرُّقٍ"۔[10]

"کہا گیا ہے کہ "الثُّبَاتُ" سے مراد جماعتیں ہیں، اور اس کا واحد "ثُبَةٌ" ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ "الثُّبَةُ " ایسی جماعت کو کہتے ہیں جو کسی بڑے گروہ سے الگ ہو کر الگ تھلگ ہو۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں حکم دیا کہ وہ گروہ در گروہ نکلیں، یعنی کچھ لوگ ایک سمت میں جائیں اور کچھ دوسری سمت میں، یا سب اکٹھے نکلیں بغیر کسی تقسیم کے"۔

مذکورہ فقہی مسئلہ کی اہمیت اور عصری تطبیق درج ذیل ہے:

جہاد کی تیاری کی فقہی اہمیت:

امام ابو بکر جصاص رحمۃ اللہ علیہ کی مذکورہ تفسیر سے یہ واضح ہوتا ہے کہ جہاد میں استعداد (Preparation) اور حکمت عملی (Strategy) بنیادی حیثیت رکھتے ہیں۔ فقہی اعتبار سے جہاد محض قتال کا نام نہیں بلکہ اس میں درج ذیل عناصر بھی شامل ہیں:

دشمن کے خطرے کا ادراک اور چوکس رہنا جس کو "خُذُوا حِذْرَكُمْ" سے تعبیر کیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ہتھیاروں کے لیے "حذر" کا لفظ استعمال کیا، جو ظاہر کرتا ہے کہ جہاد کی تیاری صرف جنگ کے وقت نہیں بلکہ ہمیشہ جاری رہنی چاہیے۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ دفاعی قوت کا ہونا خود ایک جہاد ہے، کیونکہ یہ دشمن کی جارحیت کو روکنے کا ذریعہ بنتا ہے۔

اسی طرح یہ اصول اسلامی جنگی فقہ (Military Fiqh) کی بنیاد ہے، جو واضح کرتا ہے کہ جہاد ہمیشہ نظم وضبط، تدبر، اور دفاعی حکمتِ عملی کے ساتھ انجام دیا جانا چاہیے، نہ کہ محض جذباتی جوش کے تحت۔

نیز آیت میں مذکور لفظ "خُذُوا حِذْرَكُمْ" کی تفسیر میں امام ابو بکر جصاص رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"مَعْنَاهُ خُذُوا سِلَاحَكُمْ فَسَمَّى السِّلَاحَ حِذْرًا لِأَنَّهُ يُتَّقَى بِهِ الْحَذَرُ وَيَحْتَمِلُ احْذَرُوا عَدُوَّكُمْ بِأَخْذِ سلاحكم ... نَفَرَ يَنْفِرُ نُفُورًا إذَا فَزِعَ وَنَفَرَ إلَيْهِ إذَا فَزِعَ مِنْ أَمْرٍ إلَيْهِ"۔[11]

"اس کا مطلب ہے" : اپنا اسلحہ لے لو"۔ اللہ تعالیٰ نے اسلحے کو "حذر "(چوکسی) کہا کیونکہ اس کے ذریعے دشمن سے بچاؤ ممکن ہوتا ہے۔ اس کا ایک مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ "اپنے دشمن سے ہوشیار رہو اور اپنا اسلحہ ساتھ رکھو"، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا" : اور انہیں چاہیے کہ وہ اپنی احتیاط اور اپنے ہتھیار لے لیں"۔ اس آیت میں دشمن کے خلاف جنگ میں اسلحہ اٹھانے کا حکم دیا گیا ہے، چاہے فوج مختلف گروہوں میں بٹی ہو یا سب اکٹھے ہوں، اس کا فیصلہ حالات کے مطابق بہترین حکمتِ عملی کے تحت کیا جائے۔ "نُفُور "کا مطلب خوف سے حرکت میں آنا یا کسی معاملے میں فوری ردِ عمل ظاہر کرنا ہے"۔

امام ابو بکر جصاص رحمۃ اللہ علیہ کے مطابق، قرآن کا حکم "اپنی احتیاط کرو" صرف چوکنا رہنے کا نام نہیں، بلکہ یہ ایک مکمل دفاعی نظام اپنانے کا حکم ہے، جس میں اسلحہ، تربیت اور جنگی حکمتِ عملی شامل ہیں۔ اس کی بنیاد پر اسلامی قانون میں دفاعی تیاری کو

ایک اجتماعی فرض (فرضِ کفایہ) قرار دیا گیا ہے۔ اس اصول میں لچک بھی ہے، جس کی وجہ سے ہر دور کے مطابق جنگی حکمتِ عملی (مثلاً جدید دور میں سائبر سیکیورٹی اور انٹیلیجنس) اپنائی جاسکتی ہے۔

جہاد کی تیاری سے متعلق فقہی احکام کی عصری تطبیق:

عصرِ حاضر میں اس فقہی اصول کے کئی عملی اطلاقات ہیں جو دفاعی پالیسیوں، مسلم اقوام کی عسکری صلاحیت، اور جدید جنگی حکمتِ عملیوں پر اثر انداز ہوتے ہیں:

عسکری اور سٹریٹجک تیاری (Military and Strategic Preparedness) کا اسلامی جواز:

جدید اسلامی ریاستوں کے لیے یہ فقہی اصول رہنمائی فراہم کرتا ہے کہ وہ اپنی دفاعی طاقت کو مضبوط کریں، تاکہ دشمن کی ممکنہ جارحیت کو روکا جاسکے۔ اقوامِ متحدہ میں "دفاعی حکمتِ عملی" (Deterrence Strategy)[12] کو ایک تسلیم شدہ اصول مانا جاتا ہے، جو اسلامی تعلیمات سے ہم آہنگ ہے۔

سائبر اور انٹیلیجنس وارفیئر (Cyber and Intelligence Warfare):

عصرِ حاضر میں روایتی جنگ کے علاوہ، سائبر جنگ، میڈیا وارفیئر (Media Warfare)[13] اور انٹیلیجنس آپریشنز (Intelligence Operations) بھی ایک حقیقت ہیں۔

متذکرہ بالا آیت اور امام جصاص رحمۃ اللہ علیہ کی توضیح سے یہ اصول اخذ کیا جاسکتا ہے کہ مسلمان صرف میدانِ جنگ میں نہیں بلکہ تمام سطحوں پر اپنی قوت کو مستحکم کریں، تاکہ دشمن کے کسی بھی ممکنہ حملے کا بروقت جواب دیا جاسکے۔

مسلم ممالک میں دفاعی اتحادوں کی اہمیت:

امام ابو بکر جصاص رحمۃ اللہ علیہ کی تشریح کے مطابق، اسلامی ممالک کو اجتماعی اور انفرادی دونوں سطحوں پر دفاعی تیاری رکھنی چاہیے۔

عصرِ حاضر میں او آئی سی (OIC)[14] اور دفاعی معاہدے جیسے نیشنل ڈیفنس سسٹم، نیٹو[15] (NATO) کی طرز پر اسلامی دفاعی بلاک قائم کرنا اس اصول کا ایک عملی اطلاق ہو گا۔

غیر ریاستی جنگجو گروہوں کے حوالے سے اسلامی موقف:

مذکورہ فقہی مسئلہ کی روشنی میں، وہ غیر ریاستی گروہ جو بغیر کسی نظم و ضبط کے جہاد کے نام پر جنگی کاروائیاں کرتے ہیں، ان کی کوئی شرعی حیثیت نہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جہاد میں حکمتِ عملی، تنظیم، اور دفاعی منصوبہ بندی کو لازمی قرار دیا ہے۔ لہٰذا، خود ساختہ گروہوں کی بجائے، ریاستی سطح پر دفاعی حکمتِ عملی اپنانا ہی اسلام کی اصل تعلیمات کے مطابق ہو گا۔

مسلم اقلیتوں کے لیے رہنمائی:

جو مسلمان غیر مسلم ممالک میں اقلیت کی حیثیت سے رہ رہے ہیں، ان کے لیے یہ آیت ایک عملی رہنمائی فراہم کرتی ہے کہ وہ صرف عسکری طاقت پر انحصار نہ کریں بلکہ قانونی، فکری، اور سفارتی سطح پر بھی اپنے دفاع کے لیے تیاری رکھیں۔ فقہ الاقلیات کے تحت، ایسی مسلم اقوام کو قانونی جنگ، معاشی مضبوطی، اور سیاسی شرکت کے ذریعے اپنے حقوق کا دفاع کرنا چاہیے، جو کہ ایک جدید "جہادی حکمتِ عملی" ہے۔

دنیا بھر کے مسلم اقلیت کے لیے "فقہ الاقلیات" کا مفہوم اور ان کی مشکلات کو واضح کرتے ہوئے شیخ قرضاوی لکھتے ہیں:

"هذه الأقليات - بنوعيها الأصلي والمهاجر - لها مشكلات كثيرة تشكو منها، بعضها سياسي من جراء حيف الأكثرية على حقوقها، وعدم رعايتها لخصوصيتها الدينية .. وبعضها اقتصادي، فكثيرا ما تكون تلك الأقلية من الفقراء وذوي الدخل المحدود، الذي تتحكم في مقدراتهم وأقواتهم الأغلبية المتحكمة. . ... لأن الجميع يعيشون ظروفا واحدة، ويحملون هموما مشتركة، ويعانون من مشكلات واحدة أو متقاربة"۔[16]

"دنیا بھر کی مسلم اقلیتیں مختلف قسم کے مسائل اور پریشانیوں سے دوچار ہوتی رہتی ہیں، کچھ پریشانیاں تو سیاسی ہوتی ہیں جو اکثریتی فرقہ کی جانب سے ان کے حقوق کے غصب کرنے کی وجہ سے اور ان کے دینی شعائر کا خیال نہ رکھنے کی وجہ سے پیش آتی ہیں، اور کچھ پریشانیاں معاشی ہوتی ہیں، مسلم اقلیتوں کے مطالعہ کے بعد یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ ان کی اکثریت غریب اور محدود آمدنی والی ہے اور ان کے معاش پر اکثریتی فرقہ قابض ہے،... مسلم اقلیتوں کی بہت سی پریشانیاں فقہ سے متعلق ہیں، بایں طور کہ ان ممالک میں آباد مسلم اقلیتیں اپنی دینی شناخت اور اسلامی عقائد و شعائر کے ساتھ قائم رہنا چاہتی ہیں، وہ شادی بیاہ اور دیگر عائلی مسائل میں شرعی احکامت کے مطابق عمل کرنا چاہتی ہیں، کھانا، پینا، لباس اور دیگر قام معاملات میں حلال و حرام کی تمیز کرنا چاہتی ہیں، اور غیر مسلموں سے اپنے تعلقات کی نوعیت پر نظر رکھنا چاہتی ہیں، وہ سوچتی ہیں کہ کیا غیر مسلموں سے بالکل دور رہا جائے یا ان کے ساتھ مل جل کر رہا جائے، اور کسی حد تک غیر مسلموں کے ساتھ ضم ہوا جا سکتا ہے؟ میں نے گذشتہ چوتھائی صدی یا اس سے کچھ زیادہ عرصہ سے یوروپ، امریکہ اور مشرق بعید کے مسلمانوں کے درمیان آنا جانا شروع کیا ہے، میرا یہ تجربہ ہے کہ میں جس شہر اور علاقہ میں بھی جاتا ہوں اور وہاں کوئی درس دیتا ہوں یا تقریر کرتا ہوں تو اس کے بعد مجھ پر سوالات کی بارش ہو جاتی ہے، اور یہ سوالات عموماً ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہوئے یا یکساں ہی ہوتے ہیں، کیونکہ تقریباً ہر مسلم اقلیت ایک جیسے حالات میں زندگی گزار رہی ہے اور ہر ایک کی تقریباً یکساں یا ملتی جلتی ہی پریشانیاں ہیں"۔

اس اقتباس سے یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ دنیا بھر کی مسلم اقلیتیں یکساں نوعیت کے مسائل کا شکار ہیں۔ ان کی مشکلات زیادہ تر سیاسی، معاشی اور فقہی نوعیت کی ہیں۔ سیاسی طور پر انہیں اکثریتی طبقے کی طرف سے دینی آزادیوں اور شہری حقوق کے سلب کیے جانے کا سامنا ہے، جبکہ معاشی طور پر وہ غربت، محدود آمدنی اور معاشی وسائل پر اکثریتی کنٹرول کا شکار ہیں۔ فقہی مسائل میں ان کی بڑی پریشانی اپنی اسلامی شناخت، شعائر اور عائلی معاملات کو شریعت کے مطابق قائم رکھنے کی جدوجہد ہے۔ اس سب سے واضح ہوتا ہے کہ مختلف ممالک کی مسلم اقلیتوں کے مسائل تقریباً ایک جیسے اور مشترک ہیں۔

- **جہاد سے منحرف ہونے سے متعلق احکامِ فقہیہ کا عصری اطلاق:**

اسلام میں جہاد ایک اجتماعی اور منظم عمل ہے، جو عدل، نظم و ضبط، اور قیادت کی اطاعت کے اصولوں پر مبنی ہے۔ جب ایک مسلمان میدانِ جنگ میں اترتا ہے، تو اس کے لیے پیچھے ہٹنا مخصوص شرائط کے تحت جائز یا ناجائز ہو سکتا ہے۔ قرآن کریم نے

واضح طور پر حکم دیا ہے کہ میدانِ جنگ سے فرار ناقابلِ قبول ہے، سوائے اس صورت میں کہ یہ ایک جنگی حکمتِ عملی کے تحت ہو، یا کسی مضبوط اسلامی جماعت (فئة) کی طرف منتقل ہونے کے لیے ہو۔ امام ابو بکر جصاص رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر میں اس بات کی وضاحت کی گئی ہے کہ جہاد سے منحرف ہونا یا دشمن کے سامنے میدان چھوڑ دینا کب جائز ہے اور کب ناجائز۔ یہ حکم جنگی نظم و ضبط اور اجتماعی دفاع کی اہمیت کو اجاگر کرتا ہے، جو آج بھی اسلامی عسکری حکمتِ عملی کے بنیادی اصولوں میں شامل ہے۔ چنانچہ احکام القرآن للجصاص میں ہے:

"فَمَنْ كَانَ بِالْبُعْدِ مِنَ النَّبِيِّ ﷺ إِذَا انْحَازَ عَنْ الْكُفَّارِ فَإِنَّمَا كَانَ يجوز له الانحياز إلى فئة النبي ﷺ وَإِذَا كَانَ مَعَهُمْ فِي الْقِتَالِ لَمْ يَكُنْ هُنَاكَ فِئَةٌ غَيْرَهُ يَنْحَازُونَ إِلَيْهِ فَلَمْ يَكُنْ يَجُوزُ لَهُمْ الْفِرَارُ"۔[17]

"جو شخص حضور ﷺ سے دور ہوتا جب وہ کفار کے مقابلے سے ہٹ آتا تو اس کے لیے فئۃ کی طرف پلٹ آنا جائز ہو جاتا اس لیے کہ ایسی حالت میں حضور ﷺ کی ذات اقدس اس کے لیے فئۃ بن جاتی لیکن جب حضور ﷺ خود مسلمانوں کے ساتھ جنگ میں شریک ہوتے تو اس صورت میں آپ ﷺ کی ذات کے سوا مسلمانوں کے لیے کوئی اور فئۃ نہ ہوتا جس کی طرف ان کے لیے ہٹ آنا جائز ہوتا۔ ایسی صورت میں پھر کسی مسلمان کے لیے میدان کارزار سے ہٹنا جائز نہیں ہو سکتا"۔

مسئلہ مذکورہ کی عصری تطبیق درج ذیل ہے:

عصرِ حاضر میں، میدانِ جنگ سے فرار یا جنگی نظم و ضبط سے انحراف کے کئی عملی اطلاقات اور چیلنجز موجود ہیں، جو اس فقہی حکم کی جدید دنیا میں بھی اہمیت کو اجاگر کرتے ہیں:

ریاستی افواج میں جنگی ڈسپلن:

- دورِ جدید میں بھی اگر کسی ملک کی فوج کے سپاہی دشمن کے مقابلے میں بزدلی دکھائیں اور بلا جواز فرار ہوں، تو یہ نہ صرف جنگی شکست کا باعث بنتا ہے بلکہ ملکی سالمیت کو بھی خطرے میں ڈال دیتا ہے۔

اس سے متعلق **A. Vasilache** لکھتا ہے:

"Cowardice in modern warfare not only undermines the effectiveness of military operations but also poses a severe risk to national security. When soldiers flee the battlefield without just cause, they contribute to the collapse of strategic defenses, embolden enemy forces, and destabilize the state's sovereignty".[18]

"جدید جنگوں میں بزدلی نہ صرف فوجی آپریشنز کی مؤثریت کو کمزور کرتی ہے بلکہ ملکی سلامتی کے لیے بھی سنگین خطرہ بنتی ہے۔ جب سپاہی بلا جواز میدان جنگ سے فرار ہوتے ہیں، تو وہ نہ صرف دفاعی حکمت عملی کو کمزور کرتے ہیں بلکہ دشمن کے حوصلے بلند کرتے ہیں اور ریاستی خود مختاری کو غیر مستحکم کر دیتے ہیں"۔

A. Vasilache کے بیان کے مطابق، جدید جنگوں میں سپاہیوں کا میدان جنگ سے بلا جواز فرار ہونا نہ صرف فوجی آپریشنز کی کامیابی کو خطرے میں ڈالتا ہے بلکہ ملکی سلامتی کے لیے بھی ایک سنگین خطرہ ہے۔ نیز اس سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ جنگ میں ڈسپلن کی کتنی اہمیت ہے۔ سپاہیوں کو چاہیے کہ وہ بزدلی کا مظاہرہ نہ کریں اور ثابت قدمی سے دشمن کا مقابلہ کریں۔ اگر سپاہی بزدلی کا مظاہرہ کریں گے تو اس کے نتیجے میں نہ صرف جنگ میں شکست ہوگی بلکہ ملکی سلامتی کو بھی خطرہ لاحق ہو جائے گا۔ اسلامی فوجی نظریہ میں قیادت کی اطاعت اور اجتماعی جنگی پالیسی کو لازمی قرار دیا گیا ہے، جو جدید عسکری اصولوں سے ہم آہنگ ہے۔

گوریلا جنگ[19] (Guerrilla Warfare) اور جنگی تدابیر:

- بعض اوقات مجاہدین دشمن کے خلاف گوریلا جنگ میں حصہ لیتے ہیں، جہاں حکمتِ عملی کے تحت پسپائی اختیار کی جاتی ہے۔
- اس فقہی اصول سے واضح ہوتا ہے کہ اگر میدان چھوڑنا جنگی کامیابی کے لیے ہو، جیسے دشمن کو تھکانے کے لیے یا نئی حکمت عملی اپنانے کے لیے، تو یہ جائز ہوگا۔

جدید اسلامی افواج اور دفاعی پالیسی:

- جدید اسلامی ممالک جیسے پاکستان، ترکی، اور دیگر مسلم ریاستوں کو اپنی دفاعی پالیسی میں اس اصول کو اپنانا ہوگا کہ پسپائی صرف اسی وقت جائز ہوگی جب اس سے بڑا دفاعی یا عسکری فائدہ حاصل ہو۔
- اقوامِ متحدہ کے چارٹر میں بھی جنگی اخلاقیات اور فوجی حکمتِ عملی کے اصول موجود ہیں، جو اسلامی اصولوں سے مطابقت رکھتے ہیں۔

مسلم مجاہد تنظیموں کے لیے رہنمائی:

- وہ گروہ جو جہاد کے نام پر سرگرم ہیں، انہیں بھی یہ فقہی اصول اپنانا ہوگا کہ جنگ میں قیادت کی اطاعت ضروری ہے اور انفرادی فیصلے کے تحت میدان چھوڑنا ناجائز ہو سکتا ہے۔
- اگر کوئی جنگجو اپنے ساتھیوں کو بے یار و مددگار چھوڑ کر بھاگ جائے، یا کسی غیر اسلامی قوت کا سہارا لے، تو یہ شرعی طور پر ناجائز ہوگا۔

سیاسی اور معاشرتی سطح پر اطلاق:

- یہ اصول صرف عسکری جنگ تک محدود نہیں بلکہ اسلامی نظریاتی اور فکری جنگ میں بھی قابلِ اطلاق ہے۔
- اگر مسلمان اپنی تہذیبی اور فکری جنگ میں پیچھے ہٹیں اور اسلاموفوبیا یا سیکولرازم کے سامنے پسپائی اختیار کریں، تو یہ فکری لحاظ سے بھی جہاد سے انحراف ہوگا، جو کہ امتِ مسلمہ کے زوال کا باعث بنے گا۔

- **اعذارِ شرعیہ کی وجہ سے جہاد سے پیچھے رہنے سے متعلق احکامِ شرعیہ:**

اسلام ایک ایسا مکمل دین ہے جو ہر فرد کی جسمانی، مالی، اور ذہنی استعداد کو مدنظر رکھتے ہوئے احکامات دیتا ہے۔ یہی اصول جہاد جیسے اہم فریضے پر بھی لاگو ہوتا ہے۔ اگرچہ جہاد اسلام میں ایک بڑی فضیلت اور اہمیت کا حامل ہے، لیکن شریعت نے ان افراد کے

لیے رعایت دی ہے جو کسی معقول شرعی عذر کی بنا پر اس میں شرکت نہیں کر سکتے۔ قرآن مجید میں ان مخصوص افراد کو واضح کیا گیا ہے، جن پر جہاد فرض نہیں، جیسے کمزور، بیمار، اور مالی وسائل نہ رکھنے والے افراد۔ امام ابو بکر جصاص رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی تشریح میں واضح کیا ہے کہ یہ رعایت ان افراد کے لیے مشروط ہے، یعنی وہ سچے دل سے اللہ اور اس کے رسول کے خیر خواہ ہوں، اور محض سستی یا دنیاوی مفادات کی خاطر جہاد سے پیچھے نہ ہٹیں۔ چنانچہ تفسیر احکام القرآن للجصاص میں ہے:

"قَوْله تَعَالَى لَيْسَ عَلَى الضُّعَفَاءِ وَلا عَلَى الْمَرْضَى وَلا عَلَى الَّذِينَ لا يَجِدُونَ مَا يُنْفِقُونَ حَرَجٌ إذا نصحوا لله ورسوله هَذَا عَطْفٌ عَلَى مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذِكْرِ الْجِهَادِ فِي قَوْلِهِ لَكِنِ الرَّسُولُ وَالَّذِينَ آمَنُوا معه جاهدوا بأموالهم وأنفسهم...وَعَذَرَ الْفُقَرَاءَ الَّذِينَ لَا يَجِدُونَ مَا يُنْفِقُونَ وَكَانَ عُذْرُ هَؤُلَاءِ وَمَدْحُهُمْ بِشَرِيطَةِ النُّصْحِ لِلَّهِ وَرَسُولِهِ"۔[20]

" اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: "نہ کمزوروں پر کوئی حرج ہے، نہ بیماروں پر، اور نہ ان لوگوں پر جن کے پاس خرچ کرنے کو کچھ نہ ہو، جب کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کے خیر خواہ رہیں۔ یہ آیت جہاد کے ذکر پر عطف ہے جو اس سے پہلے آیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "لیکن رسول اور جو لوگ ان کے ساتھ ایمان لائے وہ اپنے مال اور جان سے جہاد کرتے ہیں۔" پھر اس پر عطف کرتے ہوئے فرمایا: "اور دیہاتی لوگ عذر تراش کر آئے تاکہ انہیں اجازت دی جائے۔" تو اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی مذمت کی جو بغیر عذر کے جہاد سے پیچھے رہنے کی اجازت طلب کرتے ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان مومنوں کا ذکر کیا جو معذور ہیں۔ معذوروں میں کمزور لوگ شامل ہیں جو جسمانی کمزوری، کسی بیماری، بڑھاپے یا کسی اور وجہ سے جہاد کرنے سے عاجز ہیں۔ بیمار لوگ بھی معذور ہیں جن کی بیماریاں انہیں اٹھنے اور جنگ میں جانے سے روکتی ہیں۔ اور فقراء بھی معذور ہیں جن کے پاس خرچ کرنے کو کچھ نہیں۔ ان تمام لوگوں کا عذر اور ان کی تعریف اس شرط کے ساتھ ہے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کے سچے خیر خواہ ہوں۔ یعنی اگر ان کے دل میں کوئی کھوٹ نہ ہو اور وہ سچے دل سے اللہ اور اس کے رسول کے فرمانبردار ہوں تو ان پر کوئی حرج نہیں"۔

مسئلہ مذکورہ کی کی عصری اہمیت و معنویت درج ذیل ہے:

موجودہ دور میں، اس فقہی اصول کی اہمیت و معنویت مزید نمایاں ہو جاتی ہے، کیونکہ آج کے عالمی قوانین اور بین الاقوامی معاہدات بھی جنگ میں معذوروں، کمزوروں، اور عام شہریوں کو استثنیٰ دینے پر زور دیتے ہیں۔ اس اصول کے درج ذیل جدید اطلاقات ہو سکتے ہیں:

ریاستی سطح پر عسکری خدمات کا نظام:

- جدید اسلامی ممالک اپنی فوجی پالیسی میں مجبوری کے شکار افراد کو لازمی عسکری خدمات (Compulsory Military Service) سے مستثنیٰ رکھ سکتے ہیں۔
- بعض ممالک میں لازمی فوجی سروس کا قانون رائج ہے، لیکن اسلام کے اس اصول کے تحت، معذور، بیمار، یا مالی طور پر غیر مستحکم افراد کو لازمی فوجی تربیت سے چھوٹ دی جاسکتی ہے۔

معذوروں کے حقوق کا تحفظ:

- اقوام متحدہ کے قوانین کے مطابق، معذور افراد کو کسی بھی جنگی محاذ میں زبردستی بھرتی کرنا انسانی حقوق کی خلاف ورزی ہے۔

قانون کی عبارت ہے کہ:

> "States Parties shall take all appropriate legislative, administrative, social, educational, and other measures to protect persons with disabilities, both within and outside the home, from all forms of exploitation, violence, and abuse, including their gender-based aspects[21]".
>
> "ریاستی فریقین تمام مناسب قانونی، انتظامی، سماجی، تعلیمی، اور دیگر اقدامات اختیار کریں گے تاکہ معذور افراد کو ہر قسم کے استحصال، تشدد اور بدسلوکی سے تحفظ فراہم کیا جا سکے، چاہے وہ ان کے گھروں کے اندر ہو یا باہر، بشمول ان کے صنفی پہلوؤں کے"۔

اقوام متحدہ کے قوانین کے مطابق، معذور افراد کو کسی بھی جنگی محاذ پر زبردستی بھرتی کرنا انسانی حقوق کی خلاف ورزی ہے۔ یہ اصول انسانی وقار اور معاشرتی مساوات کے تحفظ پر زور دیتا ہے، جو اسلامی تعلیمات سے بھی ہم آہنگ ہے۔ اسلامی قانون میں معذوروں کو جنگ میں شرکت پر مجبور کرنا سختی سے منع ہے بلکہ انہیں عزت، سہولت اور مدد فراہم کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ قرآن مجید میں واضح طور پر کمزور اور بیمار افراد کو جنگ میں حصہ لینے سے مستثنیٰ قرار دیا گیا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے بھی معذور افراد کو دیگر اہم ذمہ داریاں سونپ کر ان کے حقوق کو تسلیم کیا[22]۔ اسلامی ریاست کا فرض ہے کہ وہ معذور افراد کی مکمل کفالت کرے اور انہیں کسی ایسی سرگرمی میں شامل نہ کرے جو ان کے لیے نقصان دہ ہو۔ اقوام متحدہ کا یہ قانون اسلامی اصولوں سے متاثر نظر آتا ہے، کیونکہ اسلام پہلے ہی معذوروں کے تحفظ، ان کی عزت اور معاشرتی شمولیت کو یقینی بنانے کی تعلیم دیتا ہے۔

- شریعتِ اسلامیہ نے چودہ سو سال پہلے یہ اصول دے دیا کہ معذوروں کو جہاد یا کسی بھی جنگ میں شرکت پر مجبور نہیں کیا جا سکتا، جو کہ اسلام کی انسانی حقوق پر مبنی شریعت کو اجاگر کرتا ہے۔

دفاعی و عسکری میدان میں استثنیٰ کی عملی شکلیں:

- اگر کوئی شخص جسمانی طور پر جنگ میں شرکت کے قابل نہیں، تو وہ دیگر معاون شعبوں جیسے طب، مواصلات، انٹیلیجنس، یا لاجسٹکس میں خدمات انجام دے سکتا ہے۔
- جدید دور میں بھی، کئی ممالک معذور افراد کو جنگ کے میدان میں بھیجنے کے بجائے دفاعی اور سٹریٹیجک **(Strategic)** شعبوں میں کام کرنے کی اجازت دیتے ہیں، جو کہ اسلامی اصول سے مطابقت رکھتا ہے۔

جیسا کہ امریکہ کا قانون ہے کہ:

> "In the United States, the Americans with Disabilities Act (ADA) and the Uniformed Services Employment and Reemployment Rights Act (USERRA) provide protections for disabled veterans and individuals in military-related roles. The ADA prohibits discrimination against disabled veterans in

employment, while USERRA ensures that disabled service members receive reasonable accommodations and are not forced into roles that may compromise their well-being. Additionally, the Vietnam Veterans' Readjustment Assistance Act (VEVRAA) mandates that federal contractors create opportunities for disabled veterans without compelling them into combat roles".[23]

"امریکہ میں امریکنز وِد ڈِس ایبلٹیز ایکٹ (ADA) اور یونیفارمڈ سروسز ایمپلائمنٹ اینڈ ری ایمپلائمنٹ رائٹس ایکٹ (USERRA) معذور سابق فوجیوں اور فوجی شعبے میں کام کرنے والے افراد کے تحفظ کے لیے بنائے گئے ہیں۔ ADA معذور سابق فوجیوں کے خلاف ملازمت میں امتیاز کو روکتا ہے، جبکہ USERRA یہ یقینی بناتا ہے کہ معذور سروس ممبرز کو مناسب سہولیات دی جائیں اور انہیں ایسی ذمہ داریوں میں نہ ڈالا جائے جو ان کی صحت پر منفی اثر ڈال سکتی ہیں۔ اس کے علاوہ، ویٹنام ویٹرنز ریڈجسٹمنٹ اسسٹنس ایکٹ (VEVRAA) بھی وفاقی اداروں کو معذور سابق فوجیوں کے لیے مواقع فراہم کرنے کا پابند بناتا ہے، بغیر انہیں جبراً جنگی محاذ پر بھیجنے کے"۔

مذکورہ بالا قانون دفاعی اور عسکری میدان میں استثنیٰ کی عملی شکلوں کے حوالے سے ایک اہم نقطہ نظر پیش کرتا ہے۔ اس میں بتایا گیا ہے کہ اگر کوئی شخص جسمانی طور پر جنگ میں شرکت کے قابل نہیں ہے، تو وہ دیگر معاون شعبوں جیسے طب، مواصلات، انٹیلیجنس(Intelligence)، یالاجسٹکس میں خدمات انجام دے سکتا ہے۔

خلاصہ تحقیق:

اس تحقیقی مقالے کا مرکزی نکتہ یہ ہے کہ امام ابو بکر جصاص رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر "احکام القرآن" کی روشنی میں جہاد سے متعلق کلاسیکی فقہی احکام محض تاریخی دستاویزات نہیں، بلکہ جدید دور کے پیچیدہ عسکری، سیاسی اور انسانی چیلنجز کا ایک قابلِ عمل اور اخلاقی حل پیش کرتے ہیں۔ تحقیق سے یہ ثابت ہوا ہے کہ جہاد کی تدریجی تشریع کا اصول واضح کرتا ہے کہ اسلام میں جنگ آخری حربہ ہے، جس سے امن اور سفارت کاری کی اہمیت اجاگر ہوتی ہے۔ اس کا سب سے اہم عصری اطلاق یہ ہے کہ قرآنی حکم "اپنی احتیاط کرو" (خُذُوا حِذْرَكُمْ) آج کی دنیا میں محض روایتی عسکری تیاری تک محدود نہیں، بلکہ یہ جدید دفاعی حکمتِ عملی (Deterrence Strategy)، سائبر سیکیورٹی، انٹیلیجنس نیٹ ورکس کے قیام اور مسلم ممالک کے درمیان مضبوط دفاعی اتحادوں (Strategic Alliances) کی ضرورت پر زور دیتا ہے۔ اسی طرح، میدانِ جنگ سے فرار کی ممانعت کا فقہی اصول جدید قومی افواج میں عسکری نظم وضبط (Military Discipline) کی بنیاد فراہم کرتا ہے اور ساتھ ہی ریاستی حاکمیت کو چیلنج کرنے والے غیر ریاستی جنگجو گروہوں (Non-State Actors) کی کارروائیوں کی شرعی حیثیت کو مسترد کرتا ہے۔ مقالے کا سب سے نمایاں پہلو یہ ہے کہ کمزوروں، بیماروں اور معذوروں کو جنگ سے مستثنیٰ قرار دینے کا اسلامی قانون براہِ راست موجودہ بین الاقوامی انسانی قوانین (International Humanitarian Law) اور انسانی حقوق کے عالمی معاہدوں سے گہری مطابقت رکھتا ہے، جو اسلامی فقہ کی انسان دوست فطرت اور سبقت کو ظاہر کرتا ہے۔ لہٰذا، یہ تحقیق اس نتیجے پر پہنچتی ہے کہ امام ابو بکر

جصاص رحمۃ اللہ علیہ کے پیش کردہ فقہی اصول ایک متحرک قانونی ڈھانچہ فراہم کرتے ہیں جو آج بھی ریاستوں کے لیے دفاعی پالیسی سازی، فوجی اخلاقیات اور بین الاقوامی تعلقات کی تشکیل میں کلیدی رہنمائی کا ذریعہ ہیں۔

نتائج تحقیق:

1. جہاد کی تیاری کا قرآنی حکم جدید دور کی دفاعی حکمت عملی(Deterrence) ،سائبر سیکیورٹی اور انٹیلیجنس کو بھی شامل ہے۔
2. اسلامی فقہ میں جہاد کا تصور ریاستی اختیار اور منظم عسکری نظم و ضبط سے مشروط ہے، جو غیر ریاستی جنگجو گروہوں کی کارروائیوں کی شرعی حیثیت کی نفی کرتا ہے۔
3. جہاد سے معذور افراد کو مستثنیٰ قرار دینے کا فقہی اصول جدید بین الاقوامی انسانی حقوق کے قوانین سے گہری مطابقت اور سبقت رکھتا ہے۔
4. جہاد کی تشریع میں تدریج کا اصول اس کے دفاعی اور آخری حربے پر مبنی ہونے کو ثابت کرتا ہے، جو جارحانہ اور انتہا پسندانہ نظریات کو مسترد کرتا ہے۔
5. امام ابو بکر جصاص رحمۃ اللہ علیہ کے قرآن مجید کی روشنی میں جہاد سے متعلق پیش کردہ فقہی اصول آج بھی بین الاقوامی تعلقات، عسکری اخلاقیات اور ریاستی پالیسی سازی کے لیے ایک قابلِ عمل قانونی ڈھانچہ فراہم کرتے ہیں۔

تجاویز و سفارشات:

1. امام ابو بکر جصاص رحمۃ اللہ علیہ کے افکار کا دیگر فقہی مذاہب (مالکی، شافعی، حنبلی) کے جہاد سے متعلق نظریات کے ساتھ تقابلی مطالعہ کیا جائے۔
2. جدید سائبر جنگ اور معلوماتی جنگ (Information Warfare) کے اصولوں کا امام ابو بکر جصاص رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر کی روشنی میں جائزہ لیا جائے۔
3. غیر مسلم ممالک میں مسلم اقلیتوں کے لیے جہاد کے پر امن تصور (سیاسی، علمی اور سماجی جدوجہد) پر تحقیق کی جائے۔
4. اسلامی جنگی قوانین، خاص طور پر قیدیوں اور شہریوں کے حقوق، کا جدید بین الاقوامی قوانین (جنیوا کنونشنز) سے موازنہ کیا جائے۔
5. جنگ سے متاثرہ معیشت کی بحالی اور وسائل کی تقسیم سے متعلق اسلامی فقہ کے اصولوں پر تحقیق کی جائے۔

Bibliography

- Dā’irah Ma‘ārif Islāmiyah ,Lāhaur: Dānishgāh-i Panjāb, 1971 CE.
- Dhahabī, Muḥammad Ḥusayn, Al-Tafsīr wa-al-Mufassirūn ,Al-Qāhirah: Maktabat Wahbah, n.d.

- Dhahabī, Shams al-Dīn Muḥammad bin Aḥmad, Siyar A'lām al-Nubalā' ,Bayrūt: Mu'assasat al-Risālah, 1412 AH/2001 CE.
- Ibn Abī 'Āṣim, Abū Bakr Aḥmad bin 'Amr al-Shaybānī, Al-Jihād,Madīnah Munawwarah: Maktabat al-'Ulūm wa-al-Ḥikam; Dimashq: Dār al-Qalam, 1409 AH/1989 CE.
- Ibn Taghrī Bardī, Jamāl al-Dīn Abī al-Maḥāsin al-Atābakī, Al-Nujūm al-Zāhirah fī Mulūk Miṣr wa-al-Qāhirah ,Al-Qāhirah: Dār Iḥyā' al-Turāth al-'Arabī, 1405 AH.
- Jaṣṣāṣ, Aḥmad bin 'Alī Abū Bakr al-Rāzī al-Ḥanafī, Aḥkām al-Qur'ān ,Bayrūt: Dār Iḥyā' al-Turāth al-'Arabī, 1405 AH.
- Khalīlūfīch, Ṣafwat Muṣṭafá, Al-Imām Abū Bakr al-Rāzī al-Jaṣṣāṣ wa-Manhajuhu fī al-Tafsīr (1429 AH).
- Nashmī, 'Ajīl Jāsim, Al-Imām Aḥmad ibn 'Alī al-Rāzī al-Jaṣṣāṣ: Dirāsah Shakhṣīyatihi wa-Kutubihi ,Al-Kuwayt: Dhāt al-Salāsil, 1985 CE.
- Qarḍāwī, Shaykh Yūsuf, Fī Fiqh al-Aqalliyāt al-Muslimah,Al-Qāhirah: Dār al-Shurūq, 1422 AH/2001 CE.

Websites:

- https://www.britannica.com/topic/deterrence-political-and-military-strategy
- https://doi.org/10.1017/9781316450802.009
- https://doi.org/10.1007/s41125-020-00065-x.
- https://www.britannica.com/topic/guerrilla-warfare
- https://www.un.org/development/desa/disabilities/convention-on-the-rights-of-persons-with-disabilities/article-16-freedom-from-exploitation-violence-and-abuse.html.
- https://adata.org/employment-resource-hub/veterans-and-ada

[1] Ibn Taghrī Birdī, Jamāl al-Dīn Abī al-Maḥāsin al-Atābakī, al-Nujūm al-Zāhirah fī Mulūk Miṣr wa-l-Qāhirah (Cairo: Dār Iḥyāʾ al-Turāth al-ʿArabī, 1405 AH), 4/138.

[2] al-Dhahabī, Shams al-Dīn Muḥammad ibn Aḥmad, Siyar Aʿlām al-Nubalāʾ (Beirut: Muʾassasat al-Risālah, 1412 AH/2001 CE), 16/340.

[3] Nashmī, ʿAjīl Jāsim, al-Imām Aḥmad ibn ʿAlī al-Rāzī al-Jaṣṣāṣ: Dirāsat Shakhṣiyyatihi wa-Kutubihi (Kuwait: Dhāt al-Salāsil, 1985), p. 124.

[4]Muḥammad Ḥusayn al-Dhahabī, al-Tafsīr wa-l-Mufassirūn (Cairo: Maktabat Wahbah, n.d.), 2/438–439.

[5] Khalīlūfīch, Ṣafwat Muṣṭafā, al-Imām Abū Bakr al-Rāzī al-Jaṣṣāṣ wa-Manhajuhu fī al-Tafsīr (1429 AH), p. 165.

[6] Ibid.

[7] al-Jaṣṣāṣ, Aḥmad ibn ʿAlī Abū Bakr al-Rāzī al-Ḥanafī, Aḥkām al-Qurʾān (Beirut: Dār Iḥyāʾ al-Turāth al-ʿArabī, 1405 AH), 1/319.

[8] al-Jaṣṣāṣ, Aḥkām al-Qurʾān, 1/320.

[9]Dāʾirat al-Maʿārif al-Islāmiyyah (Lahore: Dānishgāh Panjāb, 1971), 6/543.

[10]al-Jaṣṣāṣ, Aḥkām al-Qurʾān, 3/181.

[11]Ibid.

[12]“ Deterrence.” Encyclopaedia Britannica. Accessed 2024. https://www.britannica.com/topic/deterrence-political-and-military-strategy(.

[13] Blank, Laurie R. “Media Warfare, Propaganda, and the Law of War.” In Soft War: The Ethics of Unarmed Conflict, edited by Michael L. Gross and Tamar Meisels, 88–103. Cambridge: Cambridge University Press, 2017. https://doi.org/10.1017/9781316450802.009.

[14]Staff writer. "International Telecommunication Union (ITU)." UIA Global Civil Society Database. Brussels: Union of International Associations, 2024. Retrieved 24 December 2024.

[15]" “Final Communiqué.” NATO. 17 September 1949. Archived 6 December 2006. Retrieved 2 March 2024.

[16]Yūsuf al-Qaraḍāwī, Fī Fiqh al-Aqalliyyāt al-Muslimah (Cairo: Dār al-Shurūq, 1422 AH/2001 CE), p. 24.

[17]al-Jaṣṣāṣ, Aḥkām al-Qurʾān, 4/226.

[18] Vasilache, A. “Cowardice and Military Security: Some Heuristic Reflections.” European Journal for Security Research 5, no. 2 (2020): 112–129. Springer. https://doi.org/10.1007/s41125-020-00065-x.

[19]“ Guerrilla Warfare.” Encyclopaedia Britannica. Accessed 2024. https://www.britannica.com/topic/guerrilla-warfare.

[20]al-Jaṣṣāṣ, Aḥkām al-Qurʾān, 4/352.

[21] United Nations, Convention on the Rights of Persons with Disabilities, Article 16. Accessed February 15, 2025. https://www.un.org/development/desa/disabilities/convention-on-the-rights-of-persons-with-disabilities/article-16-freedom-from-exploitation-violence-and-abuse.html.

[22] Ibn Abī ʿĀṣim, Abū Bakr Aḥmad ibn ʿAmr ibn al-Ḥasan al-Shaybānī, al-Jihād (Medina: Maktabat al-ʿUlūm wa-l-Ḥikam; Damascus: Dār al-Qalam, 1409 AH/1989 CE), 2/623.

[23] ADA National Network. Veterans and the ADA. Accessed February 2025. https://adata.org/employment-resource-hub/veterans-and-ada.